آہ! الحاج لطیف احمد چشتی

ملتّ کے وہ مجاہدِ اکمل چلے گئے
کر کے مشن وہ اپنا مکمل چلے گئے
چھوٹوں بڑوں کو کر کے بیکل چلے گئے
نازش مچا کے دل میں وہ ہلچل چلے گئے

بابا جی مستقیم کے فرزندِ ارجمند
رخصت ہوئے چمن سے جو تھے سرِ و سر بلند

خوش پوش وخوش نہاد وخوش اطوار وخوش چلن
خوش فکر وخوش لباس وخوش آواز وخوش سخن
خوش شکل وخوش طبعیت وخوش خُلق وخوش بدن
نازش وہ جانِ بزم تھے جانانِ انجمن

بچوں کے ساتھ بچے، بڑے تھے بڑوں کے ساتھ
دیکھا جہاں نے اکثر انھیں عالموں کے ساتھ

وہ عید کی بہاریں، وہ سامانِ سر خوشی
گھر گھر میں جا کے کہنا مبارک ہو عید کی
وہ نعمتوں کا چھین کے کھا جانا، وہ ہنسی
غم کو بھلانے والی وہ بھرپور زندگی

افسوس ہم سے روٹھ گیا دید کا مزا
آئیگا کیسے اُن کے بِن عید کا مزا

وہ علم کے چمن میں عمل کی بہار تھے
اللہ اور نبی کے اطاعیت شعار تھے

شب زندہ دار تھے، تہجد گزار تھے
بھائی تھے بھائیوں کے، وہ یاروں کے یار تھے

اُن سی کسی کے عقل نہ اُن سے کسی کے طور
اب شہر میں کہاں ہے کوئی شخص اُن سا اور

جذبہ تھا اُن میں ایسا کہ جینے کا آئے ڈھنگ
وعظ و نصیحت ایسی کہ اُترے دلوں سے زنگ
تقریر ایسی سُن کے جسے عقل بھی ہو دھنگ
عشق ایسا جس کے رنگ سے عشاق بھی لیں رنگ

کس کس ادا کا ذکر کریں، کس کس کو چھوڑ دیں
جی چاہتا ہے اتنا لکھیں کلک توڑ دیں

اک سمت مدرسے کی کتابوں کا تھا خیال
دوسری طرف رہے مسلک کی بن کے ڈھال
تھے کھیتیوں پہ دل کی وہ ابر کی مثال
ہو گا جہاں میں اُن سا کہیں کوئی خال خال

وہ اپنے کارناموں سے حیران کر گئے
ایسے گئے کہ شہر کو ویران کر گئے

مسلک کے پاسبان تھے الحاج چشتی صاحب
یادوں کا اک جہان تھے الحاج چشتی صاحب
پیری میں بھی جوان تھے الحاج چشتی صاحب
گویا کڑی کمان تھے الحاج چشتی صاحب

تھے زہد میں یگانہ، طریقت میں فرد تھے
مردانگی غلام تھی جن کی، وہ مرد تھے

وقفِ نظامِ مصطفٰی اُن کی حیات تھی
جو بات اُن کے منہ کی تھی پکی وہ بات تھی
مقبول سارے شہر میں اک اُن کی ذات تھی
وہ ذات اپنی ذات میں اک کائنات تھی

تحریک جو بھی اُٹھی رہے اس میں پیش پیش
سب مانتے تھے اُن کو، پرائے ہوں یا کہ خویش

کہتے تھے سچ، سچائی کو ایمان جان کر
باطل کے سامنے رہے وہ سینہ تان کر
اے ضعف اُن کو خود پہ نہ ہر گز گمان کر
دیکھا نہ ھتا اُنھوں نے کبھی ہار مان کر

عزت کے ساتھ جگ میں وہ جینا سِکھا گئے
عشقِ حرم، ولائے مدینہ سِکھا گئے

وہ جانتے تھے ملکی سیاست کے پیچ و خم
کرتے رہے فلاح کی کوشش وہ دم بدم
فکرِ وطن میں ہوتی رہی آنکھ اُن کی نم
کھاتے رہے وہ اہلِ وطن کا ہمیشہ غم

کوشش یہی تھی اُن کی کہ دیں کا رواج ہو
اس ملک میں نظامِ محمدﷺ کا رواج ہو

دانا، طبیب و تاجر و دین دار و متقی
عالم، خطیب و مہتمم و قائد و ذکی
تھے با عمل وہ سیرت و کردار کے جری
الحاج بھی، مجاہدِ ملت بھی، شیخ بھی

عشقِ نبی تھا گھٹی میں ان کی پڑا ہوا
زیور میں چشتیوں کے نگیں تھا جڑا ہوا

اکثر بیان کرتے تھے وہ سیرت حضور کی
تقسیم کرتے رہتے محبت حضور کی
دو بار کی اُنھوں نے زیارت حضور کی
بخشی خدا نے آخرش قربت حضور کی

کردار اُن کا سب کے لیے خضرِ راہ ہے
تحریکِ حفظِ ختمِ نبوت گواہ ہے

کرتے رہے وہ عمرہ و حج کا سفر مدام
دیکھے بلادِ اردن و ایراں، عراق و شام
کر دیتے تھے حبیبِ خدا ایسا انتظام
حاضر وہ ہو ہی جاتے مدینے پئے سلام

اس بار مکّہ میں اُن کا سفرِ اخیر تھا
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

احوال اُن کے آخری حج کا کر کے رقم
تاب و تواں کہاں سے بھلا لائے گا قلم
زخمی تھا جسم، دم میں اگرچہ نہیں تھا دم
بڑھتے رہے وقوف کی خاطر مگر قدم

پھر آ گئے طوافِ زیارت کے واسطے
مستی میں رکن سارے ہی حج کے ادا کیے

حرمین کا تھا اُن کا اُنتیسواں سفر
دل اُن کا دیدِ طیبہ سے بھرتا نہ تھا مگر
رہتے ملول جاتے کسی سال نہ اگر
اکثر وہ کہتے شہرِ مدینہ ہے میرا گھر

خدمت میں حاجیوں کی تھے مشغول رات دن
خدمت سے اُن کا رہتا تھا دل مطمئن

امجد علی اُداس، محمد علی اُداس
شوکت علی اُداس، لیاقت علی اُداس
روتا ہے پھول پھول تو اک اک کلی اُداس
نازش کے ساتھ شہر کی ہے گلی اُداس

جس نے سنا ملکِ عدم کو وہ چل پڑے
بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے